بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ایک پادری کی کوتاہ نظری کا تار و پود)

از پروفیسر غلام نبی مسلم ایم اے

اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

دو عظیم الشان خطاب

(۱) رحمتہ للعالمین :- تمام جہانوں اور تمام انسانوں کیلئے رحمت اسی لئے قیامت کے روز صرف آپؐ کو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے اور انسانوں کو بخشوانے کی اجازت عطا فرمائیں گے۔ سب انبیاء کرام لوگوں کو جواب دے دیں گے۔ پھر آپ اجازت طلب کر کے بخشش کی دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔

(۲) سِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ اس کے معنی روشن سورج کے ہیں (القرآن ۲۲ پارہ ۴۶ آیت) اس لئے کہ قیامت تک آپؐ پر نازل شدہ قرآن کریم قائم رہے گا۔ اور اس کا نور دنیا کو فائدہ کرتا رہے گا۔ اور یہ شمع ہدایت کا کام دیگا۔ جس سے وہ لوگ منور ہوں گے۔ جن کے قلوب کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرف رجوع کر دے گا یہ اعزاز کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

کتابت :- عبدالمجید امجد محلہ صداقت پارک مکان ۷۴ گلی ۷ - لاہور

طباعت :- سید سنز پرنٹر پبلشر اردو بازار لاہور

دھر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

شانِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

(۱) آخری نبی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بے نظیر نبی اور رسول ہیں۔ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد سطحِ ارضی پر کوئی نبی ظاہر و مبعوث نہیں ہوگا۔ خدا کی شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ اور زندگی کا آسمانی دستور العمل آپ پر کامل صورت میں نازل ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد نبوت کا مدعی کذّاب و مفتری ہے۔

(۲) عالم گیر عمل کا بانی:۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ اقوامِ عالم کے تمام انبیاء پر ایمان لائیں۔ کوئی بھی مسلمان کسی نبی کے خلاف نازیبا لفظ منہ سے نکالنے کا مجاز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی۔ کہ وہ تمام انبیاء کو عزت و احترام سے یاد کریں۔ پس مسلمان تمام انبیاء کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں۔ ان میں سے چند

مشہور انبیاء حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت
یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت
داؤدؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت یوسفؑ
حضرت سلیمانؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت عیسیٰؑ
علیہم السلام ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک نبی کا بھی
منکر ہو۔ تو وہ مسلم نہیں۔ اس طرح حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
عالم گیر امن کی داغ بیل ڈالی۔

۳۔ رحمتہ للعالمین

آنحضرت صلعم کو تمام نسل انسانی کے لئے پیغمبرِ رحمت بنا کر بھیجا
گیا۔ جب آپ نے مکہ فتح کیا۔ تو آپ نے اپنے بدترین دشمنوں
کو بھی معاف کر دیا۔ انتہائی نازک حالات میں بھی جبکہ آپ کے
قتل کی سازشیں کی گئیں۔ آپ کو مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ پتھر مارے
گئے۔ اور آپ پر تلواروں اور تیروں سے حملے کئے گئے۔ آپ
نے دشمنوں کے حق میں بد دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بر عکس آپ نے فرمایا: "کہ عنقریب ہی یہ لوگ دائرہ
اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لئے میں ان کے خلاف بد دعا
نہیں کروں گا۔" قیامت کے دن صرف آپ ہی شفاعت کرینگے
اور باقی تمام انبیاء خدا کے سامنے اپنی امتوں کی شفاعت سے

انکار کر دیں گے۔

(۴) غلاموں کی آزادی

آپ کے زمانے میں غلامی کا عام رواج تھا۔ اور آپ نے اس کے خاتمے کی کوشش کی۔ چنانچہ بعض قصوروں کی تلافی کے لئے آپ نے غلام آزاد کرنے کی قید لگا دی۔

نیز آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ غلاموں کے ساتھ مساوی سلوک کریں اور خوراک اور لباس میں ان کے اور اپنے درمیان امتیاز نہ کریں اور اس طرح غلاموں کے تدریجی استخلاص کا پروگرام شروع کر دیا۔

(۵) محنت سے محبت

آپ نے محنت سے محبت کی تعلیم دی۔ آپ اپنے کپڑے خود سی لیتے۔ جوتے مرمت کر لیتے۔ گھر کے مختلف کام اپنے ہاتھوں سرانجام دے لیتے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے۔ بکری دودھ لیتے اور بازار سے سودا سلف لے آتے۔ غریب سے غریب اور معمولی انسان آپ تک آزادی سے چلے جاتے ملنے والے کو آپ پہلے سلام کہتے۔ لوگ آپ کے حسن سلوک سے کھنچے چلے آتے۔ ایک دفعہ ایک غریب بڑھیا نے راستے

میں آپ کو روک لیا۔ اپنے دُکھڑے بیان کئے اور آپ کو دیر تک بازار میں روکے رکھا۔

٦ سپہ سالار

آپؐ عظیم سپہ سالار اور ماہر حرب تھے۔ جس قدر جنگوں میں آپ نے حصہ لیا۔ آپؐ فوج کے آگے ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف آپ جس قدر مہمات پہ گئے۔ ہمیشہ کامیاب لوٹے۔ ایک جنگ میں آپ کی ہدایات نظر انداز کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو عارضی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم دشمن کو انجام کار میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی

حیاتِ طیبہ کے تین ادوار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور پیدائش سے لے کر دعوئے نبوت تک۔ دوسرا دور نبوت سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک۔ تیسرا اور آخری مدنی دور ہے۔

ان تین ادوار کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دنیا کے دیگر تمام عظیم انسانوں سے اعلیٰ اور بہتر ہے۔

(۵۷۱ء ——— ۶۱۱ء)

پیدائش سے لے کر چالیس سال کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے اس معاشرے میں گزاری جو بدترین اخلاقی زبوں حالی کا شکار تھا۔ جہاں شراب کا استعمال، جوئے کا دھندا، بددیانتی، ظلم و تشدد، ناانصافی اپنے عروج پر تھی۔ انسانیت نام کی چیز مفقود تھی۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب و روز ایسے گزارے کہ مکہ کا پورا شہر آپ کی صداقت اور امانت کا گواہ بن گیا۔ لوگ آپ پر اس درجہ اعتماد کرتے تھے کہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھ دیتے۔ اپنے معاملاتِ زندگی آپ سے سلجھاتے۔ انسانی تاریخ شاید ہی ایسی کوئی مثال پیش کر سکے جہاں کسی انسان نے اپنی جوانی کی منزلیں ایسے بے داغ گزاری ہوں۔

(۶۱۱ء ——— ۶۲۲ء)

دوسرے دور کا آغاز بعثتِ نبوت سے ہوتا ہے۔ آپ دنیا کی امامت کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست پر گامزن کرنے کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ اگرچہ مکہ کی پوری آبادی اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ آپ سچی دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے۔ بلکہ آپ

کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہیں آپ پر آوازے کسے جاتے ہیں۔ کہیں آپ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ کہیں جادوگر اور شعبدہ باز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کہیں آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ کہیں آپ کو ستایا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے۔ معاشی مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ لامتناہی سلسلۂ سب و ستم آپ کو اپنے مقصد کی پکار سے باز نہ رکھ سکا۔

مکی زندگی کا یہ تیرہ سالہ دور بنی نوع انسان کے سامنے ایک ایسے عظیم المرتبت انسان کا کردار رکھتا ہے جس نے حالات کی تنگی اور ناسازگی کے باوجود صبر و تحمل، حلم و بردباری، مروت و اخلاص، دیانت و شرافت، امن و آشتی، صلۂ رحمی اور رحمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ انسانیت کے سامنے یہ نمونہ ہمیشہ کے لئے یادگار ہے۔ اس نمونہ میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے داعی ہیں۔

۶۲۲ء ـــ ۶۳۲ء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری حصہ مدنی زندگی پر محیط ہے۔ اس دور کا آغاز اس لمحہ سے ہوتا ہے۔ جب آپ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرما گئے۔ مدنی زندگی کا دور آپ کی شخصیت کو بطور سربراہِ مملکت، بطور جرنیل، بطور حاکم دنیا سے متعارف کراتا ہے۔

آپ نے مدینہ میں رہ کر کفارِ مکہ کی یورشوں کا جس پامردی ہمت اور مردانگی سے مقابلہ کیا وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی میدانِ جنگ میں حکمتِ عملی، منصوبہ بندی آپ کو دنیا کے دوسرے عظیم ترین جرنیلوں سے ممیز کرتی ہے۔ مدینہ میں آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی بے سر و سامانی کا عالم ایک طرف دیکھئے اور دوسری طرف صرف چند سالوں میں مکہ میں مسلمانوں کا فاتحانہ انداز میں داخلہ اور مکہ میں بغیر کشت و خون کے قبضہ اور پھر اپنے ان تمام مخالفین کو معاف کر دینا جنہوں نے آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا اور جنہوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہوا تھا۔ آپ کی عظمت اور عفو و درگزر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایسی نظیر تاریخ کے صفحات کم ہی پیش کرتے ہیں۔ پورے عرب پر چند سالوں میں اسلام کا پرچم لہرانا آپ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دس سال کے قلیل عرصہ میں بطور حکمران آپ نے مدینہ کو مضبوط مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ اور ایک عظیم ریاست قائم کر دی۔ آپ نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ معاہدے طے کئے اور انہیں یہ بات باور کرا لی کہ آپ ہی سربراہِ مملکت ہیں۔ فتوحات کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ انتظامِ مملکت مضبوط ہوتا گیا۔ صرف چند سال کے اندر ایسا معاشرہ تشکیل دے دیا گیا۔ جہاں لوگوں کو

عدل و انصاف میسر تھا۔ جہاں لوگوں کے معاملات خدا کے بنائے ہوئے راستہ کے مطابق طے ہوتے تھے۔ جہاں حق دار کو اس بات کا مکمل یقین و اعتماد تھا کہ اس کا حق غصب نہ ہوگا۔ جہاں امیر و غریب قانون کی نظر میں برابر تھے۔ جہاں روزی کمانے کے ذرائع سب کے لئے برابر تھے۔ جہاں یہ اصول کار فرما تھا۔ قریش کی ایک عورت نے چوری کی۔ مگر وہ قانون کی گرفت سے نہ بچ سکی۔ اور قطع ید کی اسے سزا ملی۔

جہاں غیر مسلم رعایا کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی تھی۔ جہاں اپنے اور پرائے سب برابر تھے۔ دنیا کی تاریخ ایسی کوئی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جہاں ایک سربراہ مملکت نے ذاتی پسند و ناپسند کو ترک کر کے محض رضائے الٰہی کے لئے معاملات دنیا چلائے ہوں۔ یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری کی پوری زندگی نجی و ملک اتنی جامع اور بے داغ ہے۔ کہ اس کی نظیر انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اسی لئے کارلائل نے اپنی مشہور عالم کتاب "ہیروز و رشپ" میں جملہ انبیاء میں سے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی منتخب کیا۔ اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔

ع:۔ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آپ کا اسم مبارک

آپ کا نام محمدؐ تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اس کا مطلب ہے "انتہائی تعریف کیا گیا" یہ اس ہستی کی عظمت اور بزرگی پر شاہد ہے جسے یہ نام دیا گیا ہے۔ دوسرے کسی نبی کا نام اس کے روحانی مقصد کا عکاس نہیں۔ آدم کا مطلب ہے گندمی رنگ کا، جو محض ان کے جسمانی رنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نوح کا مطلب آرام و سکون ہے۔ لفظ اسحاق مسرت کا اظہار ہے۔ اور یعقوب وہ ہے جو کسی کے بعد آئے۔ موسیٰ جو پانی سے نکالا گیا ہو۔ یوحنا طویل العمر کو کہتے ہیں۔ یسوع کے معنی سرخ رنگ کے ہیں۔ یہ الفاظ روحانی اہمیت اور نبوت کے منصب کا اظہار نہیں کرتے۔

دوسری طرف لفظ محمد کا مادہ حمد ہے۔ جس کے معنی نیکی ہیں فضیلت، شان و شوکت ہیں بلندی، حلیم طبعی اور کرم و فیاضی کے ہیں۔ چونکہ آپ کو تمام اوصاف حمیدہ کا مظہر بننا تھا۔ اس لئے الہام الہٰی سے آپ کا نام محمد رکھا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن پاک کا ارشاد ہے "ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا"

کروڑوں مسلمان روئے زمین کے ہر حصے میں شب و روز آپ کا نام لیتے ہیں۔ آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اور دن

میں کم ازکم پانچ نمازوں میں آپ کا اسم مبارک زبان پہ لاتے ہیں۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اس آیت کا ذیل کے شعر میں کس عمدگی سے مفہوم ادا کیا ہے۔

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ دیکھے

دنیا کی مساجد کے میناروں سے آں حضرت صلعم کا نام بلند کیا جاتا ہے۔ اور جب بھی کسی مسلمان کے کان میں یا زبان پر یہ نام آتا ہے۔ تو وہ فوراً صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ پس اسم محمدؐ جہاں میناروں سے اذان میں پکارا جاتا ہے وہاں زبانوں کی زینت بھی بنایا جاتا ہے۔ کیا دنیا میں کسی دوسرے نبی کا نام اتنی بار دہرایا جاتا ہے۔

معراج

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جسدِ عنصری کے ساتھ براق (برق سے مشتق) کے ذریعے پہلے بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ لے گیا۔ وہاں سے آپ کو ساتوں آسمانوں سے بالاتر سدرۃ المنتہیٰ کے راستے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا گیا۔

"پھر اللہ نے اپنے بندہ خاص پر جو چاہا نازل کیا"
آپ کے قلب نے جو کچھ دیکھا اس کی تصدیق کی

(۵۳ : ۱۰-۱۱)

معراج کا واقعہ آپ کی ہجرت سے ایک سال قبل (سنہ ۶۲۳ء کو ۵۲ سال کی عمر میں) ۲۷ رجب کی رات کو پیش آیا۔ آپ حطیم کعبہ سے جبرئیل کے ساتھ براق پر اڑے۔ آپ نے خلا میں سے گزر کر ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ اور جنت کا نظارہ کر کے سدرۃ المنتہٰی سے بالاتر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ یہ تمام واقعہ چند لمحات میں انجام پا گیا۔ موجودہ سائنس دان صرف چاند تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن انہیں آسمانوں کا کوئی علم نہیں۔ مگر آنحضرت صلعم اس تمام کائنات سے گزر کر حظیرۃ القدس تک جا پہنچے۔ اس سے آپ کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم میں دو بے نظیر عظیم الشان خطابوں سے نوازا۔ (۱) رحمۃ للعالمین (۲) سراجاً منیراً

(۱) رحمۃ للعالمین۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنائے گئے

(۲) سراجاً منیراً۔ اس کے معنی چراغ اور سورج کے ہیں۔

(الف) چراغ اس لئے کہ آپ نے تمام دنیا اور دنیا کے تمام لوگوں کو چراغِ ہدایت دکھلایا۔ تاکہ وہ سیدھے راستے پر گامزن ہوں۔ قیامت تک یہ چراغ روشن رہے گا۔ آپ کے بعد بھی آپ کا دینِ ہدایت کا چراغ بنا رہے گا۔

(ب) سورج اس لئے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے زیادہ منوّر تھے۔ اس لئے نور کے لحاظ سے افضل تھے۔

ہمیں بتلایا جائے کہ کیا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم خطاب عطا کئے

پادری الیاس طارق صاحب۔ تسلیم

جناب کی تازہ تحریر پہنچی جس میں آپ نے ہمارے رسالہ "ازالہ شکوک و شبہات پادری" کے صفحہ ۹ کے مندرجات پر تبصرہ کیا ہے اور قرآن و انجیل کی عبارات سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جناب مسیحؑ نے معجزات دکھائے۔ مگر حضرت نبی کریم صلعم مخالفوں کے مطالبات کے باوجود معجزات دکھانے میں ناکام رہے۔

آپ کے اس تبصرے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دیگر شکوک و شبہات کا ازالہ ہو گیا ہے۔ اور آپ نے دوسرے اعتراضات کے سلسلے میں قرآنی موقف کو تسلیم کر لیا ہے۔ فالحمدللہ

قرآنی معجزات کے ضمن میں میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ یا تو آپ قرآن و انجیل ہر دو کی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں یا آپ کی مصلحتوں اور اسلام دشمنی نے آپ کو کج فہمی کا شکار بنا دیا ہے۔ ورنہ آپ معجزات کو فعلِ خداوندی جانتے ہوئے حضرت نبی کریمؐ اور حضرت مسیحؑ کا مقابلہ نہ کرتے۔

(۱) یاد رہے کہ کسی خاص دور میں اللہ تعالیٰ کسی خاص نبی کو کیا معجزہ عطا کرتا ہے۔ اس میں کسی نبی کے ارادے اور مصلحت کو دخل نہیں ہوتا۔

(۲) پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ دشمن جب اور جو معجزہ طلب کریں، نبی اسی وقت معجزہ پیش کر دے۔ نبی اسی وقت معجزہ دکھائے گا

جب کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرے۔

(۳) معجزہ وہ فعل خداوندی ہے جس کا دشمن مقابلہ کرے اور اسے لاجواب کرنے کے لیئے نبی (باذن اللہ) اللہ کے حکم سے دکھاتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ یا دیگر انبیاء کی دعا اور قوتِ قدسی کی بدولت حاجت مندوں کی عاجزی پر لوگوں کے جن دکھوں کا مداوا کیا گیا۔ اسے معجزہ نہیں کہا جاتا۔ معجزہ تو وہ ہے جو دشمن کے چیلنج کی موجودگی میں اس کا منہ توڑنے کے لیئے دکھایا جاتا ہے۔ جس سے اتمامِ حجت ہو جاتا ہے۔ اور خود نبی بھی اسے دوبارا نہیں دکھاتا۔ اور نہ کسی بعد کے زمانے میں کوئی دوسرا نبی اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

پھر یہ معجزہ صرف دشمن ہی طلب کرتے اور دیکھ کر عاجز ہو جاتے ہیں نبیوں کے ماننے والے نہ معجزے طلب کرتے ہیں اور نہ ہی وہ ایمان کے لیئے معجزات کے محتاج ہوتے ہیں۔ باقی بیماروں وغیرہ کو تندرست کرنا یہ رحم اور عاجزی کے ساتھ ساتھ حاجت مند کے ایمان کا ثمر ہوتا ہے۔ ایسی عنایات نبی خود بھی دہراتا رہتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس پر قادر ہو سکتے ہیں اور ہر زمانے میں نبی اور دوسرے لوگ اپنی دعاؤں سے ایسی کرامات دکھاتے رہتے ہیں۔ امید ہے آپ کو معجزے اور دعا کے اثر کا فرق معلوم ہو گیا ہو گا۔

قرآن حکیم نے دشمنوں کے مقابل انبیاء کے نشانات کا نام

معجزہ نہیں رکھا۔ بلکہ اسے آیت کہا ہے۔ یہ لفظ قرآنِ حکیم میں آسمانی تعلیمات، عبرت کے نشانات، قدرتِ الٰہی اور معجزات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ہر نبی اپنے اپنے وقت میں حالات کے مطابق دشمن کے مقابل جدا جدا نشانات دکھاتا رہا ہے۔ جو نشان موسیٰ نے دکھائے۔ وہ ان سے مختلف تھے جو حضرت مسیحؑ نے دکھائے۔ اور جو نبی کریمؐ نے دکھائے ان کا مسیحؑ کے ہاں ذکر نہیں۔ ان نشانات کے مختلف ہونے کی وجہ سے کسی ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ کیونکہ وہ سب حکمت و اذنِ الٰہی کے پابند تھے۔ اور ان کی ذاتوں کا کوئی دخل عمل نہ تھا۔

ایک اور بات یاد رکھئے۔ کہ گو اللہ تعالیٰ نے کفار کا غرور ختم کرنے کے لئے معجزات دکھائے۔ لیکن معجزات نہ تو انبیاء کے مشن کا مقصود تھا۔ اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ کہ معجزات دیکھنے کے بعد یہ دشمن سیدھی راہ پہ آ گئے۔ اور انبیاء کی اطاعت کر لی۔ کیونکہ اول تو معجزات ایک قسم کا خوف اور تعجب پیدا کرتے ہیں جن سے دلوں میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ خود اپنے بزرگوں کی ان سے بھی بڑی کرامات کے قائل ہوتے ہیں۔ دوسرے ان کا نشانات طلب کرنا نبی کے احترام اور عظمت کے اعتراف کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ بھی نبیوں کی تحقیر اور تذلیل کے لئے ہوتا ہے

چنانچہ جب موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں عصا کو سانپ بنایا تو اس نے آپ کو جادوگر ٹھہرایا۔ اور مقابلے پر تیار ہو گیا۔ اور جب ساحروں کو شکست ہوئی۔ تو پھر بھی اسے ان کی سازش ٹھہرایا۔ اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ خود حضرت مسیحؑ نے لوگوں پر رحم کھا کر کئی غیر معمولی کام دکھائے۔ لیکن کوئی بھی ایمان نہ لایا اور مصیبت کے وقت سب بھاگ گئے۔

معجزات کا کام حق کے مقابل کفار کی بے بسی جتلا کر انہیں حق قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے۔ اصل شئے تو وہ تعلیمات ہیں جو انبیاء لوگوں کو خدا کے قریب لانے اور دنیا میں ٹھوس بنیادوں پر حق و انصاف پر قائم کرنے کے لئے لاتے ہیں۔

قرآن معجزات سے ناآشنا نہیں۔ اس نے تو اس بات کا احساس دلایا۔ کہ معجزات پہلے بھی ان لوگوں کے دلوں میں مثبت تبدیلی نہیں لا سکے جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ کہ کفار عرب کے سامنے پہلے انبیاء خصوصاً موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے معجزات موجود تھے۔ اگر یہ معجزات سے ایمان لا سکتے ہیں۔ تو پھر انہوں نے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی تصدیق کیوں نہیں کی۔

نشانات کے سلسلے میں قرآن نے کہا ہے :-

"اور وہ بڑے زور کی قسموں کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس نشان (معجزہ) آئے تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں۔ اور تمہیں کیا خبر ہے کہ جب وہ نشان آئے تو یہ ایمان نہ لائیں گے" [۶ : ۱۰۹]

قرآن کی شہادت ہے کہ نشان پر یہ ایمان نہ لائے اور نہ لائیں گے یعنی پہلے انبیاء کے معجزات جان لینے کے باوجود منکر رہے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ ایمان لائیں گے۔ چنانچہ خود قرآن حکیم کا وجود ایک معجزہ تھا اور اس نے بار بار اسے مقابلے کے لئے پکارا۔ مگر وہ ما ھٰذا الا کلام البشر کہہ کر خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں اسلام کے غلبے کا اعلان سنایا گیا، وہ غلبہ انہوں نے دیکھا۔ مگر ایمان نہ لائے۔ انہیں شق قمر کا معجزہ دکھایا گیا۔ مگر ایمان نہ لائے۔ انہیں معراج سے آگاہ کیا گیا۔ مگر منکر رہے

عیسائی رومیوں کے مقابلے میں مجوسی ایرانیوں کی فتح پر ا۔ پھر چند ہی سالوں بعد رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آجانے کا اعلان کیا تو نہ مانے اور جب دعوے سچا نکلا تو باوجود شرط ہار جانے کے ایمان سے محروم رہے۔ پھر جنگِ بدر میں شکست کے اعلان سیھزم الجمع ویولّون الدّبر کی موجودگی میں شکست کھانے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ اور ایک نشان ذیل کی صورت میں دیکھا۔

"ان دو گروہوں میں جن کی آپس میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ یقیناً تمہارے لئے نشان تھا۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ وہ ان کو ظاہر آنکھ سے اپنے سے دو چند دیکھتے اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہے مدد دیتا ہے۔ بصیرت والوں کے لئے اس میں یقینی عبرت ہے" (۳ : ۱۳)

یہ اور ایسے بہت سے نشانات کا قرآن میں ذکر ہے۔ لیکن ان کا کام

تو اسنہزا تھا۔ بھلا جو یہ کہتے تھے ۔کہ

"یہ کیسا رسول ہے کہ ہماری طرح کھانے پینے کا محتاج ہے۔ اور بازاروں میں گھومتا ہے۔" اور خود آں حضرتؐ سے کہتے کہ "اے شخص جس پہ قرآن نازل ہوا ہے۔ تو تو دیوانہ ہے۔" اور یہ مسلمان تو محض ایک مسحور شخص (آسیب زدہ) شخص کی پیروی کرتے ہیں۔"

اس قسم کی فقرے بازی ان لوگوں کا شیوہ نہیں ہو سکتا جو حق کے متلاشی ہوں اور نیک نیتی سے نشانات دیکھ کر ایمان لانے پہ آمادہ ہوں خدا کرے پادری الیاس طارق کی سمجھ میں بھی یہ بات آجائے۔ اس دن سمجھ آجائے گی جب وہ تعصب کی پٹی اتار کر حق کی تلاش کریں گے۔ ان کا نام تو مسلمانوں جیسا ہے۔ کاش ان کا دل بھی تسلیم و رضا کی راہ اختیار کرلے۔

چند نشانات پہ تبصرہ

زیر نظر رسالہ میں ہم نے چند نشانات کا ذکر کیا تھا۔ جن پہ جناب نے ایسا تبصرہ کیا ہے۔ جو آپ نہ کرتے تو آپ کی علمیت و استدلال بے نقاب نہ ہوتے۔ البتہ سب سے پہلے ہم قرآن کو نشان کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تمام مذاہب عالم کی تائید اور عظمت ظاہر ہوتی ہے

۱۔ تمام انبیاء کے معجزات واقع ہوئے۔ مگر جلد ہی ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گئے۔ مگر قرآن ایک زندہ جاوید معجزہ ہے جو تا ابد

اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کے پیغام کی صداقت، کتب سماوی اور انبیاء کی صداقت پر نشان رہے گا۔ قرآن کی نظیر نہ لا سکنے کا چیلنج منکرین تھا، منکرینِ قرآن اور منکرینِ وحی الٰہی کی چھاتیوں پر مونگ دلتا رہے گا۔ اور پہلے صحیفوں کی صداقت پر گواہ رہے گا۔ اور اگر قرآن کا یہ چیلنج نہ ہوتا۔ تو خدا کی ہستی پر نہ بے نظیر دلائل ہوتے۔ نہ قرآنی تعلیمات کی بے نظیری عیاں ہوتی اور نہ ہی دیگر کتبِ مقدسہ کی سچائی پر کوئی سچی شہادت ہوتی۔ افسوس ہے کہ دنیا کی اس محسن کتاب کی کماحقہٗ قدر نہ کی گئی حالانکہ یہی ایک زندہ معجزہ تھا۔ جس کے سامنے آہستہ آہستہ تمام اہلِ عرب کی گردنیں نگوں ہو گئیں اور انہوں نے پہلے کے تمام انبیاء اور ان کی کتابوں اور معجزات کی تصدیق کی۔ کیا اس ابدی، بلند ترین معجزے کے سامنے ٹھہرتے اور اسے جھٹلانے کی کسی نے جرأت کی ہے۔

معراج شریف

معراج شریف ایک عظیم نشان ہے۔ یہ کیا اعتراض ہے کہ بعض مسلمان اسے روحانی اور بعض جسمانی مانتے ہیں۔ اصل بات تو معراج کے مضمرات ہیں۔ جسمانی معراج آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ انسان کی عظمت پر گواہ ہے۔ اور روحانی

معراج کی اہمیت کو جانچنے کے لئے یوحنا کے طویل روحانی مکاشفے
حزقیل نبی کے خواب اور طورِ سینا پر حضرت موسےٰ کی روحانی
واردات کو دیکھنا چاہیئے۔ کیا روحانی معراج (مکاشفہ)
سے جسمانی معراج کی عظمت کم ہوگئی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا جسمانی معراج سب کو مات کر گیا۔

شقِ قمر۔

شقِ قمر کو قرآن نے خود آیت (نشان) ٹھہرایا ہے۔ جسے
ایمان لاکر تمام عربوں نے تسلیم کیا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو اس دعوے
کی موجودگی میں کوئی عرب قرآن پہ ایمان نہ لاتا۔ چاند پر آج نشان
کا معلوم نہ ہونا ایک دعویٰ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اپالو
کے خلاباز چند گز چاند پر ٹھہر کر چلے ہیں۔ کوئیں کے مینڈک کا یہ
دعوےٰ غلط ہوگا کہ اس نے اس سمندر میں مگرمچھ، جہاز اور ویل مچھلی
نہیں دیکھی۔ پھر معجزہ آخر معجزہ ہوتا ہے۔ اگر خدا کے فعل میں نقص
رہ جائے تو پھر خدا کیا ہوا۔ اگر قیامت کو پھٹ سکتا ہے تو وہی
خدا اسے قیامت سے پہلے شق کرکے جوڑ کیوں نہیں سکتا۔
آپ تو ان منکرین قیامت کی دلیل دیتے ہیں جو کہتے تھے۔
کہ اللہ مُردوں کی ہڈیوں اور گوشت پوست کو کیسے جوڑے گا۔
اللہ نے کہا کہ جو پہلے ہست سے نیست کر سکتا ہے۔ دوبارہ

نیست سے ہست کر سکتا ہے۔

ہر مذہبی کتاب شفا بخشتی ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق ہے لما یحییکم قرآن کا دعویٰ شفاء لما فی الصدور یہ سینوں کی بیماریوں کا علاج ہے اور روحانی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ مسیحؑ نے بھی روحانی بیماروں کو شفا بخشی

وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ مگر ہر مُردے کو زندہ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر ایسا کر سکتے تو یوسف نجّار جو آپ کے سامنے مرا اس کو زندہ کرتے۔ اور خود بھی صلیب پر (انجیل کے مطابق) لعنتی موت نہ مرتے۔

اللہ کے نبی روحانی امراض کو درست کرتے ہیں۔ جسمانی مریضوں کے لئے تو طبیب، ڈاکٹر اور دیگر معالج ہر جگہ موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ جناب جب بیمار ہوتے ہیں۔ تو کسی پادری کی بجائے کسی ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔

اگلے صفحات میں جناب کے اطمینان کی خاطر حضرت رسول کریمؐ کے چند معجزات بطور مشتی نمونہ از خروارے بیان کریں گے۔ حضرت مسیحؑ اگر معجزات دکھا سکتے تھے۔ تو حضورؐ کی ذاتِ اقدس معجزات کا بحرِ بیکراں ہے۔ جن کا ظہور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اسی امت کو دیگر امتوں پر یہ شرف حاصل ہے۔ کہ

حضورؐ کی کامل متابعت کر کے ہزاروں اولیائے کرام ہو چکے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

؎ آنکھ والا تیری قدرت کا تماشا دیکھے
کورِ باطن کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

شقّ القمر :۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے (۵۴: ۲۱)

کفارِ مکہ نے آں حضرتؐ سے درخواست کی کہ آپ چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ دکھائیں ۔ اپنی بعثت کے نویں سال (۶۲۰ء) کو آپ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کچھ اصحاب اور دشمنوں نے اپنی آنکھوں سے یہ معجزہ دیکھا۔ لیکن کفار نے اسے شعبدہ اور جادو قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنی نظروں کی تکذیب کی دورِ حاضر کے انسان نے اپنا قدم چاند پر رکھ دیا ہے۔ اور خدا نے اپنے نبی کی درخواست پر چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ لوگوں نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن ان میں سے منکرین نے تعصب و ہٹ دھرمی سے اسے سحر و شعبدہ قرار دیا

انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا

آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ

میں کم از کم چھ یار ساتھیوں نے پیاس کی شدت محسوس کی۔ آپ نے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالا۔ اور پانی چشمہ کی طرح پھوٹ نکلا اور اسطرح سینکڑوں انسانوں نے پیاس بجھائی۔ اور وضو کیا۔

سنہ ۶ھ (۶۲۸ء) میں آپ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ پانی ختم ہوگیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ قریب ہی ایک خشک کنواں موجود ہے۔ آپ چل کر کنوئیں کے پاس آئے۔ اور کلی بھر پانی طلب کیا۔ آپ نے پانی منہ میں بھر کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ کوئیں کی تہہ سے پانی پھوٹ پڑا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کنواں بھر گیا۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے۔ آپ کے صحابہ کی تعداد ۱۵۰۰ تھی۔ یہ تمام جماعت ہفتہ بھر تک اپنی ضروریات کے مطابق پانی لیتی رہی۔ اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلاتی رہی۔ مگر پانی میں کمی واقع نہ ہوئی۔

پتھروں اور درختوں کا سلام اور جانوروں کا شکایت پیش کرنا

بعض اوقات آپ جا رہے ہوتے تھے تو پتھر اور درخت آپ کے سامنے احتراماً جھک جاتے تھے۔ جب آپ صحرا میں سے گذرتے تو صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ آپ ان کی بولی کو سمجھتے۔ ایک دفعہ کئی اشخاص کی موجودگی میں ایک اونٹ آپ کے پاس دوڑ کر آیا اور کراہنا شروع کر دیا۔ آپ نے اس کے

مالک کو بلا کر کہا۔ کہ اونٹ شکایت کر رہا ہے کہ اسے چند دنوں سے خوراک نہیں ملی۔ اور بہت بھوکا ہے۔ مالک نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ پانی اور غذا مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

ایک بار ایک ہرنی آئی اور شکایت کی کہ کسی صحابی نے اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ نے شخص مذکور کو فوراً بچے لوٹانے کا حکم دیا۔

لکڑی کے بے جان ستون کا رونا

آپ مسجد نبوی میں لکڑی کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے۔ آپ نے ایک منبر بنوا لیا۔ اور اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے۔ تو ستون جدائی سے رو پڑا۔ اس کے بلکنے اور گڑگڑانے کی آواز سب نے سنی۔ اس کا نام حنین الجزع (رونے والا تنہ) پڑ گیا۔ یہ غیر معمولی کیفیت دیکھ کر سب ہکا بکا رہ گئے۔ پیغمبر خدا سے جدائی کی وجہ سے ستون کو زندگی ملی۔ اس میں احساسات و جذبات ابھرے اور ایک بچے کی طرح چلانا شروع کر دیا۔

آپ منبر سے اترے اور شفقت سے ستون پر ہاتھ پھیرا اس پہ ستون نے چلانا بند کر دیا۔ پھر اسے آنحضرت صلعم کے حکم سے کاٹ کر منبر کے قریب دفن کر دیا گیا۔

ایک پیالہ دودھ سے کئی لوگوں کو سیر کرنا

آپ کی برکت سے دودھ کے ایک پیالہ سے ایک سو اشخاص کا پیٹ بھر گیا۔ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی۔ کھانے کو کچھ نہ ملا۔ میں ایک بازار میں گیا اور ایک طرف بیٹھ کر ہر آنے جانے والے کو دیکھنے لگا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ رحم بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور میری تکلیف کا اندازہ کر لیا۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ جب آنحضرت صلعم حجرہ میں پہنچے تو وہاں دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا آپ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤں اور صحن مسجد سے اصحاب صُفّہ کو بلا لاؤں۔ جب تمام اہل صفہ بیٹھ گئے۔ تو آپ نے مجھے حکم دیا۔ کہ ہر ایک کے پاس پیالہ لے جاؤں۔ اور پیٹ بھر پینے کو کہوں۔ یہ لوگ شب و روز خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ اکثر دنوں تک فاقے کرتے۔ اور مسجد میں ایک چبوترہ پر رہنے کی وجہ سے اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

ان کی تعداد ایک سو کے قریب تھی۔ ان میں سے ہر ایک نے جی بھر کر دودھ پیا اور جب سب سیر ہو چکے تو پیالہ تب بھی لبالب بھرا تھا۔ آپ تو رحمتِ عالم تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"ابوہریرہؓ اب میں اور تم ہی باقی ہیں"۔ آپ نے پیالہ مجھے دیا۔ اور فرمایا کہ خوب جی بھر کر پیو۔ میں نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ آپ نے پھر اصرار کیا۔ تو میں نے پھر پیا۔ حتیٰ کہ پیٹ میں پھر گنجائش نہ رہی۔ سب سے آخر میں آنحضرت صلعم نے پیالہ منہ کو لگایا۔ تو دودھ ختم کر دیا۔ یہ مثال کس قدر عظمت اور بزرگی کی دلیل ہے۔ اس قسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بے شمار مثالیں ہیں۔ جن کی اس مختصر سی کتاب میں وضاحت کی گنجائش نہیں۔

ایک روٹی سے اسّی آدمیوں کا پیٹ بھرنا

آپ کی برکت سے ایک روٹی ۸۰ آدمیوں کے لئے کافی ثابت ہوئی۔ جب مارچ ۶۲۷ء میں مدینہ کے باہر خندق کی لڑائی لڑی جا رہی تھی۔ تو مسلمانوں کے پاس کئی دن تک کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حتیٰ کہ بھوک کے اثر کو کم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ آپ کے ایک بڑے صحابی ابوطلحہؓ نے یہ دیکھ لیا۔ انہوں نے یہ ماجرا اپنی بیوی سے بیان کیا۔ اور کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضورؐ کے لئے روٹی تیار کی جائے۔ اس نے کسی کا کام کر کے کچھ جو حاصل کئے۔ پھر جو پیسے اور ایک روٹی تیار کی۔ اس خاتون نے اپنے فرزند انسؓ کو بھیجا۔

کہ تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر پر کھانے کی دعوت دے۔ انس حاضر خدمت ہوئے تو آپ کئی صحابہ کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ وہ خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس پر حضور صلعم نے پوچھا کہ کیا اسے ابوطلحہ رضہ نے دعوت کے سلسلے میں بھیجا ہے۔ اس نے مثبت جواب دیا۔ آپ نے تمام صحابہ کو اپنے ساتھ ابوطلحہ رضہ کے ہاں چلنے کو کہا۔ انس دوڑ کر پہلے گھر پہنچ گئے۔ اور والدین کو حالات سے آگاہ کیا۔

طلحہ رضہ آگے بڑھے اور آنحضرت صلعم کے کان میں کہا۔ کہ گھر میں صرف ایک روٹی ہے۔ آپ نے فرمایا پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ نے گھر میں داخل ہو کر طلحہ رضہ سے فرمایا۔ کہ وہ عکا (گھی کا برتن) لے آئے۔ برتن لایا گیا تو آپ نے اسے روٹی پہ الٹ دیا۔ روٹی پر صرف چند قطرے گرے۔

آپ نے دعا دی تو روٹی بڑھنے لگی۔ باری باری دس دس کی ٹولی کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ اور اس طرح اسی اشخاص نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

ضربِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعجاز

مدینے کے گرد اگرد خندق کھودنے والے مزدوروں میں حضور بھی شامل تھے۔ خندق کھودتے کھودتے ایک ایسی سخت چٹان حائل ہو گئی کہ سارے مسلمان اس کے توڑنے سے عاجز آ گئے۔ اس واقعہ

کو آپ ابوالاثر حفیظ جالندھری کی زبان سے سنیئے۔

گذاریں بیس راتیں بیس دن سنگیں مشقت میں
مہم شامی پہ خندق کھود لی اربابِ ہمت نے
مگر اک مرحلے پہ ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی
لگائی ضرب ہر اک نے پھاوڑا مارا
مگر یہ سنگدل پتھر نہ ہارا ہر کوئی ہارا
لگا کر ضرب پتھر پہ جوان و پیر سب ہارے
پیمبرؐ کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے
گذارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامانِ نبیؐ کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
اُڑھا دی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے
چلایا دونوں ہاتھوں سے کدال اللہ کے پیارے نے
زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا جاگی
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا جاگی
ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے
کھلے اہلِ نظر پہ باب کچھ رنگیں نظاروں کے
مرقع قصر ہائے احمرینِ شام کا پایا
اشارہ اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا

لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اک نیا منظر مقدر کے اُجالے نے
یہ ضربِ دستِ حق کُنجی تھی کسرائی خزائن کی
اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی
پڑی ضربِ سوئم سنگین چٹان اب پارہ پارہ تھی
نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارا تھی
نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا مُلک دیکھا شہرِ صنعا کی جھلک دیکھی
یہ نظارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام اُمت کے سنوارے تھے

منقول از شاہنامہ اسلام

جنگِ احزاب میں ۲۴۰۰۰ چوبیس ہزار کا لشکرِ کفار حضورؐ کی دُعا سے بغیر جنگ کئے بھاگ اٹھا

مسیحؑ کی دعا سولی کے وقت (ایلی ایلی لما سبقتنی) کا عجز نظر میں رکھتے ہوئے پیغمبرِ اسلامؐ کی دعا اور قدرتِ خدا کا اعجاز ابو الاثر حفیظ یوں بیان کرتے ہیں۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ مواج نے آخر — دُعا کو ہاتھ اٹھائے صاحبِ معراج نے آخر
دعا کی اے خدا امداد کر اخلاص مندوں کی — نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی

الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے
انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے

الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آئے
دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

الٰہی دعوئ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

قبولیتِ دعا اور آندھی کا حملہ

مسلمانوں کا خوں لے کر اڑا دے اور نیت میں
ابوسفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں

ابھی کھانے نہ پائے تھے ابھی پینے نہ پائے تھے
اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے

اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا
بھری مٹھیوں میں جس نے خاک کا دسترخوان اٹھایا

ابھی نکلی نہ تھیں چیخیں بھی ان ہونٹوں سے حیرت کی
کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی

طنابیں چرچرائیں چوب لہرائی اڑا خیمہ
غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ

ابوسفیان نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا
مقدر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا

رواں تھا ایک سیلابِ عظیم الشان آندھی کا
اچانک آ پڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا

اٹا تھا ہر کسی کا فرق و چشم و گوش مٹی سے
ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی پرجوش مٹی سے

بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی
دلِ ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی

طمانچے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
مسلسل پے بہ پے خوف اور دہشت کے تھپیڑے تھے

ابوسفیان کا دل تھا حلق میں اب ہول کے مارے
گنہ جتنے کئے تھے آ رہے تھے سامنے سارے

نظر آتی تھی اک جھونکے میں صد پاداش کی صورت
اندھیرے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی صورت

زمیں بھونچال سے ہلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی

زمیں پر دوڑتے پھرتے نظر آئے جو انگارے
ابوسفیان ان کو بھوت سمجھا خوف کے مارے

یقیں آیا زمین و آسماں کو طیش آیا ہے ✦ ہر اول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے
محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں ✦ یہاں سے بھاگ ابو سفیاں یہاں سے بھاگ ابو سفیاں
اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب کے سب بھاگے
وہ اس سے دس قدم آگے یہ اس سے دس قدم آگے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند پیشگوئیاں

★ آنحضرت صلعم نے اپنا قاصد ایران کے شہنشاہ خسرو کے دربار میں دعوتِ اسلام دینے کیلئے بھیجا۔ خسرو نے تکبر میں آکر آپ کا نامہ مبارک چاک کر ڈالا جب اس افسوسناک واقعہ کی خبر حضورؐ کو ملی تو آپ نے فرمایا۔ کہ درحقیقت اُس نے اپنی حکومت کا پروانہ چاک کر دیا ہے۔ چنانچہ آخری ایرانی حکمران یزدجرد فرار ہوتے مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایران میں ساسانی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور اسلام کی حکومت قائم ہو گئی جو اب تک جاری ہے۔

★ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان ہند میں جہاد کریں گے۔ حالانکہ اس وقت ہند میں اسلام کا نشان تک نہ تھا۔ لیکن پیش گوئی کے ۳۹۲ سال بعد سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان میں جہاد کیا۔ اور وہ جہاد آج تک بھی جاری ہے۔

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ایک پادری کی کوتاہ نظری کا تار و پود)

از پروفیسر غلام نبی مسلم ایم۔اے

اسلامی مشن سنت نگر لاہور